بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشارات

"ترجمان القرآن" کو میری تحریر و ادارت میں شائع ہوتے ہوئے ایک سال ہو چکا ہے، اور اب اس پرچے کے ساتھ اس کا دوسرا سال شروع ہو رہا ہے۔ اس مدت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اور اپنی کتاب کی خدمت کے لئے جو توفیق مجھ کو عطا فرمائی، اور سخت ہمت شکن حالات میں خدمت کے لئے کمربستہ رہنے کی جو استقامت بخشی، اس کے لئے شکر بجا لانا میرا فرض ہے، اگرچہ میرا شکر اس کے فضل و انعام کے مقابلہ میں بہت حقیر ہے۔ میں نے جن حالات میں اس رسالے کی ادارت سنبھالی تھی، اور بعد میں مسلسل کئی مہینے تک جو مشکلات مجھے پیش آتی رہیں، ان سے یقیناً میرے حوصلے پست ہو جاتے، اگر میرا اعتماد خدا کے بجائے دنیوی اسباب اور خود اپنی قوت پر ہوتا۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ میرا بھروسہ دنیا اور اسباب دنیا پر نہیں بلکہ ہمیشہ خدا پر رہا ہے اور خدا کا یہ سچا وعدہ ہے کہ جو اس پر بھروسہ کر کے اس کی راہ میں صبر و استقامت کے ساتھ سعی کریگا، اس کو آخرکار کامیابی نصیب ہوگی اور خوف و حزن اس کے پاس پھٹک نہ سکے گا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (۴۱ : ۳)

یہ زمانہ ہندوستان میں اسلام کے لئے بڑا ہی نازک زمانہ ہے۔ کوئی حکومت موجود نہیں ہے جو زندقہ و الحاد کی اشاعت کو روکتی۔ مذہب قانون کی طاقت سے محروم ہو چکا ہے۔ زبانیں بولنے اور قلم لکھنے کے لئے آزاد ہیں۔ حریت ضمیر اور آزادی تحریر و تقریر کا مفہوم یہ سمجھا گیا ہے کہ ہر شخص ان معاملات

میں بھی ہر قسم کے خیالات نہ صرف خود رکھنے بلکہ ان کو پھیلا دینے کی بھی آزادی رکھتا ہے، جن پر اسلامی سوسائٹی اور مسلمان قوم کے اجتماعی نظام کی بنیاد قائم ہے حالانکہ ایسی غیر مقید اور غیر مشروط آزادی انسان کو کبھی اور کہیں نہیں دی گئی ہے۔ کوئی انتہا درجہ کی حریت پسند سوسائٹی بھی آپ کو یہ حق نہ دیگی کہ آپ اس کے دائرہ میں رہ کر ان اصولوں پر حملہ کریں جن پر وہ سوسائٹی قائم ہوئی ہے۔ روس میں رہ کر آپ سب کچھ بول اور لکھ سکتے ہیں مگر اشتراکیت کے خلاف ایک لفظ بھی زبان و قلم سے نہیں نکال سکتے۔ جرمنی اور اٹلی میں آپ کو نازی اور فاسسٹ اصولوں کے خلاف زبان کھولنے یا قلم کو حرکت دینے کی کبھی اجازت نہ دی جائیگی۔ فرانس اور انگلستان میں اگر آپ موجود الوقت اجتماعی سیاسی اور معاشی نظام کے خلاف انقلاب انگیز تبلیغ شروع کریں گے تو قانون اپنی پوری قوت آپ کی اس آزادی کو سلب کرنے میں صرف کر دے گا۔ اس کے باوجود کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ غیر مہذب ہیں، متعصب ہیں، تاریک خیال ہیں۔ لیکن ہندوستان میں روشن خیالی کے مدعی اپنا حق سمجھتے ہیں کہ اسلامی سوسائٹی میں رہ کر اسلام کے اصولی مسائل میں جس طرح چاہیں قطع و برید کریں، ایمانیات پر ضرب لگائیں، اعمال پر حملے کریں، قوانین اسلامی میں ترمیم و تنسیخ کریں، اور اگر کوئی اس پر ٹوکے تو ان کے نزدیک وہ تنگ نظر، تنگ خیال، کٹھ ملا ہے، کیونکہ وہ حریت ضمیر اور آزادی تحریر و تقریر کا حق ان سے سلب کرنا چاہتا ہے۔

لطف یہ ہے کہ جو حضرات اسلام کی تعلیمات اور اس کے قوانین پر مجتہدانہ شان کے ساتھ کلام کرتے ہیں، ان میں سے اکثر کا حال یہ ہے کہ علوم اسلامیہ کے مبادی تک سے ناواقف ہیں۔ ان کی تحریروں سے صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ جن مسائل پر وہ قلم اٹھاتے ہیں، انہیں وہ سرے سے سمجھے ہی نہیں، نہ کافی غور و خوض کی زحمت اٹھائی ہے، نہ تحقیق اور مطالعہ کیا ہے، نہ ان علوم کو حاصل کیا ہے جن کی واقفیت ان مسائل کا سمجھنا موقوف ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ اپنا حق سمجھتے ہیں کہ مسند اجتہاد پر جلوہ فرمائیں، اصول و قوانین اسلام میں جیسی چاہیں ترمیم

و تنسیخ کریں اور پھر اپنے اجتہادات کو عام مسلمانوں میں شائع کر کے ان کے عقائد اور اعمال کی تخریب میں کوئی کسر اٹھا رکھیں۔ وہ دنیا کے کسی دوسرے معاملہ میں کافی علم اور تحقیق کے بغیر زبان کھولنے کی کبھی جرأت نہیں کر سکتے۔ ان میں یہ جسارت ہرگز نہیں ہے کہ فن طب سے ناواقف ہوں اور کسی مریض کو نسخہ لکھ دیں۔ وہ اتنی جرأت کبھی نہیں کر سکتے کہ قانون سے نابلد ہوں اور عدالت میں وکیل بن کر کھڑے ہو جائیں۔ لیکن اسلام کے معاملہ میں وہ پوری جرأت رکھتے ہیں کہ اس کے ابتدائی اصولوں تک سے ناواقف ہوتے ہوئے بھی جس مسئلے میں چاہیں مجتہدانہ کلام فرمائیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہاں حاکمانہ قوت کا خوف انہیں اپنی حد سے تجاوز نہیں کرنے دیتا، اور یہاں سرے سے کوئی قوت ہی نہیں ہے جس کا کسی کو خوف ہو۔

اگر اسلام میں دین اور دنیا دو الگ چیزیں ہوتیں، مسیحیت کی طرح چرچ اور سٹیٹ کے حدود جدا جدا ہوتے، بدھ مت کی طرح گرہستی اور دھرم کے دائرے مختلف ہوتے، تو اس کے عقائد اور احکام میں اس قسم کی ترمیم و تنسیخ اور قطع و برید اتنی زیادہ مضر اور خطرناک نہ ہوتی۔ لیکن یہاں تو دنیا اور دین ایک ہیں۔ تہذیب، تمدن، اخلاق، معاشرت، معاملات سب کی بنیاد مذہبی تعلیمات اور احکام پر ہے، انفرادی سیرت، اور اجتماعی نظام دونوں مذہب ہی پر مبنی ہیں۔ پس اگر مذہب میں مسلمانوں کا عقیدہ کمزور ہو جائے، مذہبی تعلیمات پر ان کا یقین و اذعان باقی نہ رہے، مذہبی احکام اور قوانین کی گرفت ان پر ڈھیلی پڑ جائے تو آخرت میں جو کچھ ہونا ہے۔ وہ تو ہوگا ہی، مگر اس دنیوی زندگی میں بھی ان کے لئے بجز تباہی و بربادی کے اور کچھ نتیجہ نہیں ہے۔ اس کا لازمی اثر یہ ہوگا کہ ان کے افراد کی سیرتیں کمزور ہو جائیں گی۔ ان کے اخلاق بگڑ جائیں گے، ان کے معاملات درست نہ رہیں گے، ان کی سوسائٹی کا نظام درہم برہم ہو جائیگا، اور پوری قوم کی قوم دنیا میں ذلیل و خوار ہو کر رہ جائے گی۔

جس تحریک کے نتائج اتنے خطرناک ہوں، اس کو محض چند افراد کی حریت ضمیر اور آزادی تحریر و تقریر کی

خاطر کیونکر گوارا کیا جا سکتا ہے؟ اجتماعی مفاد کے لئے انفرادی مفاد اور حقوق کی قربانی نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے۔ لہٰذا اگر وہ اسلامی جماعت کا جزو بن کر رہنا چاہتے ہیں، تو انہیں اپنی اس آزادی کو قربان کرنا پڑے گا، اور اگر اسے قربان کرنا نہیں چاہتے تو بہتر ہے کہ اسلامی جماعت سے نکل جائیں، پھر جو چاہیں لکھیں۔ جماعت کے اندر رہ کر اس کی جڑوں پر کلہاڑی مارنے کی آزادی کسی طرح بھی ان کا حق نہیں ہے۔

ہمارے نئے زمانے کے ارباب تحقیق و اجتہاد کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے علم و فضل اور عقل و خرد کا سارا زور صرف تخریب پر صرف فرماتے ہیں تعمیر کی طرف انکی توجہات کبھی مبذول نہیں ہوتیں۔ صدیوں سے جن اصول و مسلمات پر اسلامی سوسائٹی کی عمارت قائم ہے ان کو وہ اپنے اجتہاد سے توڑ دینا چاہتے ہیں لیکن اپنی طرف سے کچھ دوسرے اصول اور قوانین نہیں پیش کرتے جن پر اعتقاد و عمل کی بنا رکھی جائے، اور اجتماعی نظام کی نئی عمارت بنائی جاسکے۔ اس تخریب بلا تعمیر کے معنی یہ ہیں کہ وہ مسلمان قوم کو فکر و عمل کی انارکی میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا مدعا یہ ہے کہ اس قوم کے نظم اجتماعی کو پارہ پارہ کر دیا جائے، اور کوئی ایسا رشتہ باقی ہی نہ رکھا جائے جو ان منتشر پاروں کو پھر سے منظم اور مرتب کر سکتا ہو۔ ممکن ہے کہ وہ بالقصد ایسا نہ کر رہے ہوں، ہو سکتا ہے کہ انہیں اپنے تخریبی کام کے ان نتائج کا شعور نہ ہو لیکن شعور اور عدم شعور سے افعال کے نتائج میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ خواہ کوئی شخص بلا ارادہ و بلا عمد کسی مکان میں آگ لگائے، یا بالارادہ اور بالعمد، دونوں صورتوں میں مکان ضرور جلتا ہے، اور تباہی بہرحال ہوتی ہے۔ پس اگر یہ تخریبی نقد و اجتہاد محض ایک طفلانہ کھیل ہے جس کے خطرناک نتائج سے یہ نابالغ بچے ناواقف ہیں، تب بھی ایسی خطرناک آتش بازی سے ان کو جبراً روک دینا ضروری ہے، خواہ وہ کھیلنے کی آزادی کو اپنا کیسا ہی مقدس "حق" سمجھتے ہوں۔

بلاشبہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو دل سے مسلمان ہیں اور اسلام پر سچا اعتقاد رکھتے ہیں مگر بعض مسائل میں

ان کو شکوک عارض ہو گئے ہیں، یا بعض امور میں ان کا دل اس اعتقاد اور اس مسلک پر نہیں ٹھکتا، جو جمہور اہل اسلام کا اعتقاد اور مسلک ہے۔ ایسے حضرات یقیناً حق رکھتے ہیں کہ اپنے شکوک اور اعتراضات پیش کریں، اور ہمارا فرض ہے کہ ان کو مطمئن کرنے کی پوری کوشش کریں۔ لیکن افسوس ہے کہ اس قسم کے لوگ عموماً نہایت غلط طریقے اختیار کرتے ہیں۔ وہ بجائے اس کے کہ ایک ناواقف آدمی کی طرح اپنے شبہات اور اعتراضات پیش کر کے واقف کار لوگوں سے ان کا حل طلب کریں، خود مجتہد بن کر ایک فیصلہ کن رائے قائم کر لیتے ہیں، پھر اس پر فاضلانہ انداز کے ساتھ ایک مضمون تحریر فرماتے ہیں جس کی ابتدا "مولوی" پر سب و شتم اور انتہا اپنے اعلان اجتہاد و تفقہ پر ہوتی ہے۔ یہ مضمون کسی ادبی رسالے میں بھیج دیا جاتا ہے، اور وہاں بغیر اس احساس کے کہ ایسی تحریروں کی اشاعت کا ملت پر کیا اثر پڑیگا، نہ صرف اس کو شائع کر دیا جاتا ہے، بلکہ خود ایڈیٹر صاحب بھی اس پر اپنے خیالات ظاہر فرماتے ہیں۔ اس طرح یہ زہر ہزاروں مسلمانوں کے دل و دماغ تک پہنچا دینے کے بعد "مولوی" کو دعوت دی جاتی ہے کہ اگر تیرے پاس اس کا تریاق ہے تو آ اور اس کا کچھ علاج کر۔ کاش یہ حضرات اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے، ان مسائل کی اہمیت کو سمجھتے جن پر وہ ناکافی علم اور خام تحقیق کے ساتھ اس طرح اظہار خیال کرتے ہیں، اور غور کرتے کہ ایسے مسائل کے حل کا یہ کوئی صحیح طریقہ نہیں ہے۔

ایک گروہ ان لوگوں کا بھی ہے جن کا مقصد محض فتنہ پردازی ہے۔ وہ مذہبی مسائل پر محض اس نیت سے خامہ فرسائی کرتے ہیں کہ اسلام کی تعلیمات میں قطع و برید کریں اور مسلمانوں میں بے دینی پھیلائیں۔ کم علم اور ناواقف مسلمانوں کا جو گروہ ان کے دام میں پھنس جاتا ہے، اس کی جہالت سے وہ ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں، اسے تاریکی میں رکھ کر اپنے باطل خیالات اس میں پھیلاتے ہیں، اور کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح ان کے خیالات کی تردید اس حلقہ میں نہ پہنچنے پائے جسے انہوں نے اپنے دام فریب میں گرفتار کر رکھا ہے۔ اگر کبھی اپنے مخالفین سے وہ بحث کرتے بھی ہیں، تو اس وقت جبکہ انہیں پوری طرح اطمینان ہو جاتا ہے

کہ مخالف کمزور ہے۔ آسانی سے دبا لیا جا سکتا ہے۔ مگر جہاں کسی ایسے شخص سے مقابلہ کی نوبت آتی ہے جو قوی دلایل سے ان کے باطل خیالات کی تردید کر سکتا ہے تو وہ فوراً راہ گریز اختیار کرتے ہیں۔ مخالف کے دلائل اپنے فریب خوردہ حلقے میں پیش کرنے کی جرأت ان میں نہیں ہے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان دلائل کے پہنچ جانے کے بعد وہ اس حلقے میں اپنے کمال تحقیق اور شان اجتہاد کے ڈنکے نہ بجا سکیں گے۔

ایسے لوگوں سے خطاب کرنا تو قطعاً لاحاصل ہے کیونکہ وہ جس چیز کے مستحق ہیں، افسوس ہے کہ وہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ البتہ جو اصحاب حقیقت میں نیک نیتی کے ساتھ کچھ شکوک رکھتے ہیں، اور ان کی تحقیق کے خواہش مند ہیں، ان کی مدد کرنا یقیناً ہر مسلمان کا فرض ہے۔ مگر ان کے لئے صحیح طریق کار یہ ہے کہ وہ مجتہد کے بجائے سائل کی حیثیت اختیار کریں، اور ادبی رسالوں میں مضامین لکھنے کے بجائے، اپنے شبہات یا اعتراضات ایسے رسائل و جرائد میں بھیجیں جو اس وقت اسلام کی وکالت کا فرض انجام دے رہے ہیں۔ مثلاً "معارف" یا "اصلاح"۔ "ترجمان القرآن" بھی اس خدمت کے لئے حاضر ہے اور یہ وعدہ کیا جاتا ہے کہ ان کے اعتراضات خواہ کتنے ہی سخت ہوں، شبہات خواہ کیسے ہی قوی ہوں وہ ان کے پورے دلائل کے ساتھ بعینہٖ شائع کئے جائیں گے اور جواب میں ان کو مطمئن کرنے کی پوری کوشش کی جائے گی۔

بعض احباب کو شکایت ہے کہ "ترجمان القرآن" میں قرآن مجید کے اصطلاحی علوم پر بہت کم لکھا جاتا ہے۔ ان کی یہ شکایت ایک حد تک بجا بھی ہے لیکن آج کل ہندوستان کے مسلمانوں کی دماغی رو جس طرف جا رہی ہے، اس کو دیکھتے ہوئے میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت اصطلاحی علوم اور خالص علمی تحقیقات کی اتنی ضرورت نہیں ہے جتنی اس امر کی ضرورت ہے کہ مسلمانوں کی نئی نسلیں جو دینی تعلیم سے بے بہرہ جدید تعلیم میں نیم پختہ اسکول اور کالجوں سے صرف یہ سبق لے کر نکلی ہیں کہ روشن خیالی صرف مذہب میں شک کرنے اور ہر پرانی چیز کو فرسودہ سمجھنے کا نام ہے، انہیں تعلیم قرآنی کے اصل مقصود سے روشناس کرایا جائے، اسلام کے صحیح اصول سمجھائے جائیں، اور ٹھیک

انہی قوانین عقلی کے مطابق جو بیسویں صدی کے دماغوں کو اپیل کرسکتے ہیں، اسلام اور اس کے عقائد و احکام کو کتاب و سنت کی صحیح روشنی میں پیش کیا جائے۔ معانی و بیان کی بحثوں قصص قرآنی کی تاریخی اور جغرافی تحقیقات آیات متشابہات کے معانی کی تعیین کے لئے فرصت کے اور بہت سے اوقات مل سکتے ہیں۔ یہاں تو دماغ خود قرآن اور اس کی تعلیم کے بنیادی مسائل سے منحرف ہوئے جارہے ہیں۔ خدا کی خدائی رسول کی رسالت، کتاب کی تنزیل ہی میں شکوک پیدا ہو رہے ہیں۔ دین اسلام جن ارکان پر قائم ہے وہی معرض بحث میں آ ہیں ایسی حالت میں زیادہ تر ضرورت نفس اسلام کے تحفظ کی ہے، اور اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے "ترجمان القرآن" کا بیشتر حصہ وقف کر دیا گیا ہے۔

"ترجمان القرآن" اپنی محدود طاقت کے ساتھ اسی زہر کا تریاق فراہم کرنے کی کوشش کر رہا ہے، لیکن اس تریاق کو ان مریضوں تک پہنچانے کے ذرائع اس کے پاس نہیں ہیں جو زہر سے متاثر اور تریاق کے سب سے زیادہ حاجت مند ہیں۔ اس کا کام صرف دوا مہیا کر دینا ہے۔ باقی رہا بیماروں تک اس دوا کو پہنچانا، تو یہ اس کے ناظرین کی امداد کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ زہر سے متاثر ہیں، ان کو خود اپنے زہر خوردہ ہونیکا احساس نہیں ہے۔ وہ دوا کی حاجت ہی محسوس نہیں کرتے، بلکہ دوا کے نام سے بھاگتے ہیں، ان سے یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ وہ اپنے ذاتی شوق سے اس قسم کا کوئی رسالہ خریدیں گے۔ اول اول ان کو کسی غیر معمولی تشویق کے ذریعہ سے اس بات پر آمادہ کرنے کی ضرورت ہے کہ کم از کم جانب مخالف کا مقدمہ بھی سن لیں۔ پھر فیصلہ کا انہیں اختیار ہے، جو چاہیں کریں۔ اس لئے "ترجمان القرآن" کے ناظرین سے استدعا ہے کہ وہ جن حضرات کو مذہب سے منحرف پائیں، انہیں کسی طرح اس رسالے کے چند پرچے ملاحظہ کرنے پر آمادہ کریں۔ اس کام میں اس حد تک ان کی مدد اور کی جائے گی کہ ایسے لوگوں کو ابتداءً ایک سال تک نصف قیمت پر رسالہ دیا جائیگا بلکہ اگر کوئی مریض زیادہ سخت ہو تو رسالہ اس کی خدمت میں مفت نذر کیا جائیگا۔ بشرطیکہ وہ اس کو پڑھنے کا

وعدہ کرے ۔

اس رسالے کی ادارت ہاتھ میں لینے سے پہلے میں سمجھتا تھا کہ مسلمان علم قرآن کے پیاسے ہیں، قرآن کی دعوت سننے کے لئے ان میں ایک پوشیدہ تڑپ موجود ہے، کسر جو کچھ بھی ہے، صرف اس بات کی ہے کہ اس جنس کے پیش کرنے والے کمیاب ہیں۔ لیکن گذشتہ ایک سال کے تجربہ نے اس خیال کو غلط ثابت کردیا۔ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے لئے قرآن کے نام میں اتنی کشش بھی نہیں ہے جتنی فلم اسٹاروں کی تصویروں میں ہے۔ کسی کتاب یا رسالے پر قرآن کا نام آجانا ہی اس کے لئے کافی ہے کہ مسلمان اس سے بھاگیں، اور شجر ممنوع سمجھ کر اس کو ہاتھ تک نہ لگائیں۔ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۔

افسوس! یہ کیسی مصیبت ہے کہ بیماروں میں اب یہ احساس بھی نہ رہا کہ وہ بیمار ہیں۔ زخمیوں کی بے خبری اس حد کو پہنچ گئی کہ انہیں اپنے زخموں کی بھی خبر نہ رہی عقل کا فقدان یہاں تک بڑھا کہ دوا سے بھاگتے اور زہر کی طرف لپکتے ہیں، مرہم کو چھوڑ کر نمک اپنے زخموں پر چھڑکتے ہیں، اور امیدوار ہیں کہ اس سے ان کو شفا نصیب ہوگی ۔

اس شخص کی روحانی اذیت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا جو تفریح کے لئے نہیں، لوگوں کی اصلاح و تعلیم کے لئے اپنا خون جگر کھپا کر اپنے دل و دماغ کی ساری قوتیں خرچ کر کے لکھتا ہے، اور پھر اسے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت جن کے فائدے کے لئے اس نے لکھا تھا، انہوں نے ہی اس کی طرف توجہ نہ کی، اسے پڑھنے تک کی تکلیف گوارا نہ کی اور ان چیزوں میں اپنا وقت ضائع کیا جو ان کے دین اور دنیا دونوں کو خراب کرنے والی ہیں۔ اگر آپ ظلمات کا سفر کر کے بڑی محنتوں اور تکلیفوں کے بعد کسی کو آب حیات کا ایک جام لا کر دیں، اور وہ آپ کی آنکھوں کے سامنے اس کو پھینک کر زہر کا پیالہ اٹھائے، تو غور کیجئے کہ اس وقت

آپ کو کس قدر سخت صدمہ ہوگا۔ بس اسی پر اس صدمہ کو قیاس کریجئے جو ان صفحات کے لکھنے والے کو برداشت کرنے پڑتے ہیں مگر میں اپنی قوم سے اس کی شکایت نہ کروں گا اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ۔ وہی مقلب القلوب ہے۔ اسی سے امید ہے کہ مسلمانوں کے دل پھیرے گا۔ اور جب ان کے دل پھریں گے تو انشاء اللہ دن بھی پھریں گے۔